jazbajpostusa@gmail.com

کراچی کا امن، انصاف میں پوشیدہ ہے

پاکستانی سیاست کے تیز رفتاری سے بدلتے ہوئے لمحوں نے بیشتر تجزیہ نگاروں کو دھوکہ دیا ہے اور بعض لال بجھکڑ اس دھاکہ خیز صورتحال کی راکھ سے غیر استعمال شدہ یعنی بغیر چلے ہوئے بم تلاش کررہے ہیں تاکہ ان کو چلا کر ماحول میں مزید خوں ریزی کا اہتمام کیا جاسکے بہر حال کچھ بھی ہو پاکستان کے عوام کو سیلاب کی صورتحال نے بے حال کیا ہے اندرون سندھ میں دیہات کے دیہات پانی میں گھرے ہوئے ہیں اور امداد کے منتظر انسانوں کو زندگی کے دن گزارنا مشکل نظر آتا ہے اسے میں سیاسی ماحول میں شدت کی گرمی پیدا کردی گئی ہے واقفان حال کا کہنا ہے کہ جس کا اشارہ تھا وہ چین سے اپنی عید چین میں منائے گا اور دیوار چین پر گھوڑے دوڑائے گا کچھ راز داران کا کہنا ہے کہ مرزا نے جان بوجھ کر ایسا وقت چنا جب سپریم کورٹ از خود کراچی کی بدامنی پر ایکشن اور عدالتی سماعت کا فیصلہ کن اعلان کرچکی تھی۔ ویسے مرزا کے بیان سے پاکستان کے سیاسی بیان بازوں کے لکھاریوں میں تو بھونچال آیا مگر بھونچال کی پیمائش کی جائے تو اس کا درجہ کچھ زیادہ نہ تھا کیونکہ اس وقت بالخصوص سندھ اور پنجاب کا عام آدمی سیلابی پانی میں گھرا ہوا ہے انہیں زندگی کے لالے پڑے ہیں تو ان کے سیاسی ذمہ دار بھی اپنے اپنے علاقوں میں موجود ہیں چاہے رفاحی کام کریں یا نہ کریں اور پھر حالات چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہوں عید بھی تو منانی ہے اس کی الگ مصروفیات ہیں۔ ڈاکٹر مرزا بدین سے صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں اور ان کی اہلیہ فہمیدہ، مرزا بھی بدین ہی سے قومی اسمبلی کی رکن ہیں جس کی بنا پر قومی اسمبلی کی اسپیکر کے منصب پر براجمان ہیں۔ بدین کا حلقہ انتخاب بھی عجیب ہے وہاں سے دوسرے رکن قومی اسمبلی غلام علی نظامانی ڈاکٹر مرزا کے ہاتھوں پہلے ہی شدید پریشان ہیں اور صوبائی اسمبلی کے دو ممبر میر حسین تالپور عرف میر بابو سندھ اور گولارچی سے نواز چانڈیو ہیں۔ میر بابو ممبئی سے سندھ کی علیحدگی کے بعد پہلے وزیر اعلیٰ منتخب ہونے والے میر بندے علی خان تالپور کے بیٹے ہیں جو اپنے وقت کے بڑے جاگیردار تھے سیاست اور جاگیرداری میر بابو کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ مگر اپنی شرافت کے وہ خود ہی ذمہ داری ہیں انھوں نے ابھی حال میں ہی سندھ اسمبلی میں اپنا استحقاق مجروح کرنے پر ڈاکٹر مرزا کے خلاف قرارداد جمع کرانے کا اعلان کیا تھا مگر پارٹی کے بعض ساتھیوں کے منع کرنے پر واپس لے لیا اور خود دبئی چلے گئے۔ الزامات کی سیاست پاکستان کے سیاسی میدان میں بہت پرانی ہے اپنے مخالفین پر ہنگاموں، بلووں، ہڑتالوں، قتل و غارت گری، جلاؤ گھیراؤ، قبضوں اور بھتوں کی وصولیاں وہ الزامات ہیں جو رائج الوقت ہیں اور پھر ایم کیو ایم نوجوان ہی الزامات کے سائے میں ہی ہوئی ہے اور ایم کیو ایم پر صرف اس کے مخالفین ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ بیٹھنے والے سیاسی نمائندوں نے اپنا وقت نکلنے کے بعد الزام ہی لگایا ہے۔ مگر بار ثبوت ہمیشہ عدم دستیاب رہا حتی کے خفیہ اداروں کے ریٹائرڈ مگر سابقہ ذمہ داروں نے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے سامنے ایم کیو ایم کے خلاف ہونے والی سازشوں کو بے نقاب کیا اور خود ایم کیو ایم کی بریت کے ثبوت دیئے مگر اس بار معاملہ کچھ مختلف ہے عام طور پر پاکستانی عوام، سیاسی کارکن، رہنما، انتظامیہ کے ذمہ داران مرزا کے سیاسی بیانات کو اہمیت نہیں دیتے تھے اس لیے مرزا نے اپنی بات میں وزن پیدا کرنے اور اسے سچا ثابت کرنے کے لیے مسلمانوں کی دکھتی رگ پر دباؤ ڈالا ہے اور قرآن پاک کو درمیان لائے ہیں وہ پاکستانی عوام کی اس نفسیات کو جانتے ہیں کہ قرآن پاک کو اٹھانے اس کی قسم کھانے سے عام عوام تو ان کے حق میں ہو ہی جائیں گے، میڈیا اور اینکر بھی گھبرا جائیں گے اور سیاسی کارکن ورہنما قرآن پاک کے سبب ان کی تائید کے علاوہ کچھ نہ کرپائیں گے اور وہ اس میں عارضی طور پر کامیاب بھی رہے کہ فوری طور پر ان کے الزامات کے سبب کراچی اور پاکستان کی سیاسی سطح پر ایک سکوت چھا گیا مگر اب لوگ اصل بات کو جاننے کے لیے بھی بیتاب ہیں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ ہوکر سامنے آئیگا۔ کیونکہ لوگ جانتے ہیں یہ سیاسی بازیگر قرآن پر ہاتھ رکھ کر اور قرآن سر پر اٹھا کر اور قسمیں کھا کر بھی دھوکہ دیتے ہیں اور یہ تو بات سیاستدانوں کی ہے ہمارے شکاگو میں بھی کچھ ایسے لوگ ہیں جو قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاتے ہیں اور پھر بیچارے بھول جاتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بہر حال ڈاکٹر مرزا کے بیانات، انٹرویو، پریس کانفرنس میں بیان کرنے والے تمام معاملات پر اعلیٰ ترین فورموں پر بات چیت ہونی چاہیئے متحدہ قومی موومنٹ کے اہم ذمہ داروں کو بھی اس معاملے پر سنجیدہ گفتگو کرنی ہوگی، جذباتی تناؤ معاملے کو بگاڑ بھی سکتا ہے۔ عدلیہ حرکت میں آچکی ہے کور کمانڈروں کی سوچ و بچار کی کانفرنس شروع ہوچکی ہوگی۔ خفیہ ادارے

بھی متحرک ہوگئے ہیں پھر کوئی بڑی واردات تیار ہو۔ کراچی میں سیکیورٹی پر مامور افراد کی تعداد بھی ہوسکتا ہے بڑھائی جائے ڈاکٹر مرزا کے ذریعہ پیپلز پارٹی اپنا ترپ کا پتہ کھیل چکی ہے۔ کراچی سے قومی اسمبلی کی جس تیسری سیٹ کے لیے یا اور کچھ درپردہ مقاصد کے لیے جو یہ جال پھیلایا گیا ہے اس میں پنچھی پھسنے والے نہیں ہیں اور اگر پھنس گئے تو زور لگا کر جال سمیت اڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ سندھ کی دونوں بڑی جماعتوں کے تعلقات اس وقت نو ریٹرن پوائنٹ پر ہیں۔

کراچی میں ہونے والی قتل و غارت گری، قبضوں اور مافیاوں کے گروپ کے جھگڑوں نے عام شہری کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ بس صرف ''امن''، ہی کراچی کو ''امن'' سے رکھ سکتا ہے۔ اور یہ انصاف کے ذریعے ہی ممکن ہوگا۔ جس کے لیے بات چیت ضروری ہے اور وہ بھی کراچی کے رہائشیوں سے خودرو اگنے والی بستیوں کے نمائندوں سے نہیں۔ ویسے

''رموز مملکت امور خسرواں داند''

کراچی کے اطراف سے منشیات فروشوں یا قبضہ گروپوں یا اسلحہ فروشوں کے اقدامات تو سمجھ میں آتے ہیں کہ وہ اپنا حصہ چاہتے ہیں مگر لیاری کے اندر سے یہ جو عارضی بھونچال پیدا کیا گیا ہے وہ ناقابل فہم ہے جو لوگ کراچی کے سیاسی منظرنامے کو جانتے ہیں اور جغرافیائی صورتحال پر نظر رکھتے ہیں انہیں معلوم ہوگا کہ بھٹو کے ابتدائی دور سے لیکر اب دوسال قبل تک پیپلز پارٹی نے کبھی بھی لیاری سے باہر شہر سے ملحقہ لارنس روڈ سے آگے کی سیاست میں نہ دلچسپی لی اور نہ زیادہ حصہ نہیں لیا سوائے ایک بار ''عزیز میمن'' کے علاوہ وگرنہ لارنس روڈ سے آگے لیاری کے عوام صرف کے ایم سی کے فٹبال اسٹیڈیم کے دیوانے تھے اور ہیں۔ بس۔ جامع کلاتھ سے کھارادر تک، پیپلز پارٹی کا خواب۔ صرف خواب رہے گا۔ اب نبیل گبول یا عبدالقادر پٹیل کو سوچنا ہوگا کہ بلاول کے لیے سیٹ کون چھوڑے گا۔